

پروفیسر انور روان
مترجم، پروفیسر انعام الحق کوثر

کوئہ و قلات کے برائیوں

برائیوں کے حالات کا مطالعہ کر کے ہم ان سے ناقابل ترضی خصوصی نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔ اگرچہ مستقبل کی نشاندہی تاریخ کا منصب نہیں تاہم سماجی ہمیست اجتماعی کے خصائص کو عیاں کرنا اس کے دائرة عمل میں آجاتا ہے۔ جن کو زمانے نے پر کھا ہے اور جن کے آئندہ حالات و اتفاقات کو تاثر کرنے کے امکانات ہیں۔ خطابے بزرگان گرفتن خطا است۔ ایک پرانی کہادت ہے۔ لیکن اسے ماخی کو محمل مزاج سے بھخت کے امکان کو خالج نہیں کر دینا چاہیے کیونکہ وہیں (ماخی) سے ہم انسانی ارتقاء کی سب منزلوں کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ اس سے قبل از وقت دوسری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ گویا ہر اچھی بات کو روشنک سے پڑ، انگوں کے ساتھ سمویا جائے اور ماخی کی ریخت پسندانہ اور لکیر کی فیقر باتوں کو کا عدم قرار دے دیا جائے۔ یہ ایک راہ ہے جس پر گامزن ہوتے ہوئے ہم ایسی دوڑیں انسانیت کے بھازوں کو واضح فضایں میکھنے کے لیے تاریخ پر اعتماد کر سکتے ہیں۔ اور اس کے پہلو یہ ہے پہلو ایسے، احوال کی تخلیق کر سکتے ہیں جو ایک روشن مستقبل کی تحریر میں معادن ثابت ہو سکے۔ ان اشارات و کنیات کے ساتھ ہم خاص نتائج اخذ کرنے کی کوشش کریں گے جو کم از کم ہمیں برائیوں کو بہتر بھخت اور ان کے انتظامی نظام سے آگاہ ہونے میں مدد ہو سکیں۔

اولاً: قلات ایک قبائلی ریاست تھی جس کا مقصد برائیوں کو ایک مرکز پر جمع کیے رکھنا اور ان کی اجتماعی زندگی کو منظم کرنا تھا۔ بہر حال یہ غیر تغیر پذیر بھی نہ تھی۔ اس نے اپنی آبادی میں مختلف نسلی اجرا کو سمور کر اور نظم مدنی میں قدیم اور مقدس و ستور کو اپنال کر اچھی خاصی جذب پذیر

استقداد کو رہنا کی تھا۔ لیکن وہ اساسی طور پر براہمی ہی رہے۔ ایک مرتبہ جب براہمی اثر سے متاثر ہو گئے اور دیباست کے ساتھ اپنی وفاداری ظاہر کرتے تو وہ اسی میں مدھم ہو جاتے تھے۔ برنوغ ریاست کے کوہستانی مزاج اور اس کی طوفانی مرکز سے علاحدگی نے خلوت پسندی، ذاتی اُنسیت اور فیض پرستی را صول یا عقیدہ بھے بے دلیل اندر صادھنہ ماذ جاتے کی تخلیق کی۔

میر نصیر خاں اول نے زبان اور تہذیب کی وفاداریوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اسکی اساسی سیرت میں تبدیلی پیدا کی۔ اس نے صرف ملک کی وفاداری، ماغوانہ اور جارحانہ ذمہ داریوں پر زور دیا جس کے طفیل ریاست کی خاطر مگری، رند وغیرہ نئے ممبر شامل ہوئے لیکن ریاست اپنی اساسی ہدایت سے مزید آگئے نہ بڑھ سکی۔ لہذا زیادہ بلند و منوری تذکیر اختیار نہ کی جاسکیں جس سے براہمی قویت کے نظر یہ کی تو سیع ہوتی اور اس کے دائرة عمل میں وسعت پیدا ہو جاتی۔ درہ بولان کے شمال اور شمال مشرقی علاقوں دمری بگٹی، ہورنڈ اور دا جلن، کالوڈ کرہی کیا۔ اس پہلی، مکران، خاران جو براہمیوں کی ریاست کے ساتھ ڈیڑھ سو سال تک ملح رہے وہ بھی اس سے کامل اتفاق اور اتحاد نہ کر سکے۔

ایم۔ ایں خال د صفات ۱۲۵ و ۱۲۷) کے الفاظ میں ”براہمیوں“ کے تنگ اور محدود جذبہ نے قوی یا تہذیبی حیات کی کوٹشوں میں بھی بلوچوں کو اپنے ساتھم آہنگ نہ کیا۔ وہ مزید لکھتا ہے: ”قلات کی حکومت کا محض مطلب قلات کے مرکزی براہمی قبائل کا تھا — قلات کے بہت کم حکمرانوں نے متعدد بلوچستان کی ضرورت کو محسوس کیا۔“ حقیقت میں میر نصیر خاں کی اس صورت حال میں تبدیلی اس کی اپنی جانب سے اعلانیہ اعتراف کی نظر تھی کہ براہمیت ہم سلیمانیہ زمین میں زیادہ کامیابی کے ساتھ چل بھول نہیں سکتی۔ چنانچہ دیگر تہذیبی گروہوں کی خود اختیاری اور یہاں حیثیت کی شناخت اس کے تحت دمری وجہ سے کہیں زیادہ تو سیع کی ذمہ دار تھی۔

یہ حقیقت ہے کہ براہ مونی ایک تہذیب اور نظام سیاست کے علمبردار تھے جو خاص گرسار اداں اور بھالا اداں کے کوہستانی خطوط سے میل کھاتا تھا اور جو اس لیے مختلف ماحول میں زندگی بسر کرنے والوں کے لیے بآسانی قابل قبول ہو سکتا تھا۔ اس لیے ریاست میں "مقامیت" نمایاں رہی، اور مسلسل شودنا کے امکانات کی کمی رہی۔ اپنے گوارے میں یہ صرف ان کو جذب کر سکی جفیں تاریخی قوتیں انھی مقیومی صفات میں لے آئیں۔ لیکن یہ خود بدلتے ہوئے وقت کا ساتھ نہ دے سکی اور دیسخ ترزندگی کے نظریہ کو اپنانہ ممکنی۔ یہ بالکل ایسے ہی ہوابی سے نامہ قبیل از وادی سندھ میں بوجھتائی کاشتکار برادریاں اپنی سب خوبیوں کے باوجود مچل پھول نہیں کیں اور پھر وادی سندھ کی تہذیب کے مثل مختلف الادعاء (مختلف العناصر) تہذیبی سلسلے کے متراوٹ نہ ہو سکیں اور سختی سے مقامی اور مستغنى مرج کی حامل رہیں جفیں هر ف اپنے آغاز کے باعث یا درکھا جاسکتا تھا۔

شایدیا: ریاست قلات کمی بھی کمک طور پر آزاد میری کیوں نکرے یہ ایران، افغانستان اور ہندو پاکستان کے مابین واقع تھی۔ اس حقیقت کے دو نتائج تھے۔ آزادی کا خاتمه اور خان کا غیر ملکی گورنر کے ماتحت ہونا، اور دوسرا ریاست کے ساتھ تحریک اتحاد (تحریک الماق)، ما فرو ترال تعالیٰ۔ براہ مونی نے اول الذکر کی تندخوئی سے نکالت کی۔ ارغونوں، محلوں، افوازوں اور انگریزوں کے برآہ راست فیصلہ کی کوششوں کی نہایت سختی سے مراجحت کی گئی۔ لیکن تاکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مؤخر الذکر فرو ترال تعالیٰ کو رضا کارانہ طور پر تسلیم کر لیا۔ مُغل قنڈھار کی شکست کے بعد نادر شاہ، احمد شاہ عبدالی، ھلکوں کے بعد اور انگریز ۱۸۴۵ء کے بعد عام طور پر اسی اصول پر عمل پر اہم ہے۔ آج قلات ریجن مغربی پاکستان کے پنج تین حصوں میں سے ہے۔ کیونکہ کاشتکاری کے انتظامات کا انتہائی فقدان ہے۔ اس کا اشارہ براہ مونی کی سب سے پیاری دعاوں میں سے ایک میں یوں کیا گی۔ ہے:

”وریاں وہ میں کو مل کاتے آباد کرک غریبیا تا اُستے خوش مریر“ (اے دریا بخت دہو
ادھلک کو زیخت بنا دتا کر غریب خوشی سے چک سکیں)۔
ادریس بات بھی غیر احمد نہیں کہ ایک برا ہوئی عاشق اپنے محظوظ سے پھول یا شراب کے پیالہ کی بجائے
پانی کے ایک پیالہ اور محنن پانی کے ایک پیالہ کی الجھا کرتا ہے۔

”اُذیوں نہیں دیر ایتے“ (اے زیبو (اری محبوبہ) مجھے تھوڑا سا پانی دو)

یہ بالکل بے فائدہ گیت نہیں ہے بلکہ اس سی معماشی حقیقت کا ایک شاعرانہ اظہار ہے۔ ”تھے
دراستے“ بر اہلوں کی ساری تاریخ، ماہنی حال اور مستقبل کی تصویر کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے
اس معماشی زیر باری کو ماضی کے بال مقابل زیادہ جھوٹی اور دیسیح سیاسی ساخت کے
مابین قرینے سے سمجھانا پڑے گا۔ وہ تمام تحریکات جو مقامی نقطہ نظر کی حامل ہوں گی ناکام
رہیں گی خواہ یہ خطہ خود کفل ہو کیوں نہ ہو جائے (قریباً اُسدہ دونسلوں کے دوران) اس
وقت تک تاریخ کے قوی قوانین آہستہ آہستہ تسلیم کروہ حقیقت کو حقیقی طور پر منوالین گھے
کہ صرف وہی علاقوں اپنی آزادی ہستی کو برقرار رکھ سکیں گے جو معتقد ہے انسانی قوت اور
منابع کو اپنے اندر سموئے ہوں گے۔

”ثانیاً“ اب تک بر اہلوی ریاست میں سب سے زیادہ احمد خصوصیت سرداروں کا
ادارہ رہا ہے جن کی تعداد ہمیز پیغام اول کے بعد میں چالیس کے لگ بھگ تھی۔ ان کا بر اہلو
تاریخ پر اثر بہت کارگر اور فیصلہ کرنے رہا ہے۔ وہ ریاست کے لیے پشت پناہ اور ستون
بن گئے۔ وہ افواج کے کماندار اور تہذیبی و معماشی نظاموں کی باغ ڈر اپنے ہاتھوں میں تھا

۱- پیچ ص ۱۱

۲- ایضاً ص ۱۲

۳- ہنرورام ص ۱۴۰

رہے۔ بیسویں صدی میں چند شریعت شخصیتیں جن میں نواب خان محمد خاں زرگزی، سردار نور الدین مینگل اور نواب زادہ یوسف علی خاں لگسی شامل ہیں، انگریزوں کے خلاف لڑنے میں پیش پیش رہے۔ دراصل سازی براہوئی زندگی ان کے اروگر دھومتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ایک براہوئی کا اپنے سردار کی فرمائبرداری اور عزت دوقیر کی نمایاں خدمت نے سرداروں کو پھانوں کے مقابلہ میں زیادہ ذہنی اقتدار بنا دیا ہے۔

لیکن ان کا عوام سے برداشت بہتر نہیں رہا ہے۔ براہویوں کا سرداری نظام دوسرے موروثی نظاموں کی مثل بخیدہ نقاشوں سے پڑ رہے۔ پھر سرداروں نے میر خدا ادھار کے بعد کی طرح بناوتوں سے بیاست کی سالمیت کو حضرت میں ڈال دیا۔ پھر نے نور امیشگل کے معاملہ کی مثل آزادی کی تحریکوں کا گلا گھونٹتے میں مدد کی۔ ان کے علاوہ دوسری نے لا ابائی انداز سے زندگی بسر کی جب کہ ان کے اروگر دھی تھروں میں ملبوس، بھوکوں مرنے والے اور ظلمت دلگرا ہی میں مبتلا لوگوں کا اجتماع تھا۔ سوانین کی مطلق العنانی نے نسلی آزادی اور خود محنتی کے جذبہ کو دبا کر رکھ دیا اور اطاعت گزارانہ آبادی کی نشووناکو پسند کیا جو غلامانہ زندگی بسر کرنے کی حد تک پہنچ گئی۔^{۱۰} بے ترقی انگریزی وظائف کا واضح رجحان یہ تھا کہ ان کی عزت نفس، چند بہ سعدی اور اپنے اروگر دی کی رعایا کے متعلق تشویش کو کچل کر رکھ دیں۔

قریباً تیس سال پیشتر بڑے نے لکھا تھا ”ایک بات کو دوسری کے ساتھ ملا کر میں یہ قابل افسوس نتیجہ اخذ کر نہ پر محروم ہوں کہ جب تک نفاق بیدا کرنے والے اثرات کو دیا یا نہیں جائے گا اور متباadal اثر، جیسا کہ جرگہ نظام کی تطہیر اور استواری۔ سرعت کے ساتھ قبائی اور نسلی تعاون میں نئی روح پھونک نہیں دے گا اور براہوئی قبائل اچھے دنوں کے دوچار نہیں ہوں گے تو براہوئی نسل کا مستقبل تاریکی سے دست و گریباں رہے گا۔

۱۰۔ ایم۔ ایں خاں بلوچ ص ۱۲۲

اسیے بعید مستقبل میں مزید قوی برادری میں جذب ہونے کے متعلق پُرمیڈر ہیں۔^(۱) اور ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے اعداد و شمار کا تقاضی مطابق سابقہ قلات کی آبادی میں سلسلہ کی کو ظاہر کرتے ہوئے چونکا دیتے ہے۔ ذیل کا گنوشوارہ رونما کرتا ہے^(۲)

نام ضلع	آبادی	بیشی	انسان فی	بیشی	آبادی	بیشی
	۱۹۰۱ء	۱۹۵۱ء	۱۹۵۱ء	۱۹۰۱ء	۱۹۵۱ء	۱۹۰۱ء
سراواں	۵ - ۹	۹ - ۱۷	۲۶، ۲۵۳	۶۵۰، ۵۳۹	۴۰، ۰۶۳	۱۱ - ۵
بھالا دان	۶ - ۵	۵ - ۱۰	۲۲۷	۱۰۱، ۸۹۵	۲۲۷	۵۵ - ۰
پچھی	۹ + ۹	۹ + ۱۴	۴۰ + ۱۳۳	۸۲، ۲۹۴	۹۰ + ۲۵	۹ + ۹

اس طرح قلات ریاست کی ۱۹۰۱ء کی ساری آبادی ۲۰،۵۳۱، ۷، ۷، ۳ کے مقابلہ میں تیزی کے ساتھ ۱۹۵۱ء میں ۲،۹۲۰، ۹۲۵ رہ گئی۔ گویا ۵۰ سال کے عرصہ میں قریباً ۲۵ فی صد کی تحقیف واقع ہوئی۔ کتنا تجھب ہے کہ بھالا دان سب سے زیادہ کی سے اثر پذیر ہوا جو کہ براہمیوں کا حقیقی مسکن ہے۔ سراواں میں بھی ان کی تعداد کافی ہے۔ اس میں آبادی ۲۰ فی صد گھٹ گئی۔ پچھی کا زیرخیز میدان اس کی امرکافی زرعی دولت کے باعث آبادی میں ساڑھے صد کی بیشی سے دو چار ہوا۔ یہ دلیل دی جاسکتی ہے کہ انگریز براہمیوں کے ساتھ متکبر طرز عمل سے بیش آئے ہوں گے۔ لیکن اس رجھن کے بارے میں انگریزوں کی حکمت عملی یکساں ختم اس لیے اس سے بہت جمیعت پر کھننا چاہیے۔ اس کے علاوہ وہ علاقے دقبائی اور بغلہ بر

۱۔ ڈینیں بر سے، براہمی زبان، حصہ اول، ص ۵

۲۔ ۱۹۰۱ء کے اعداد و شمار اپریل گذشتہ راف انڈیا، جلد ۲، ص ۳۴۱ میں سے پلے گئے۔ ۱۹۵۱ء کے اعداد و شمار "مردم شماری رسالہ" (Census Bulletin) نمبر ۴ گوئندھ آن پاکستان ستمبر ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۲ سے ماخوذ ہیں۔

(ازاد) جو براہ راست اگریزی نظم و نسق کے تابع تھے انہوں نے سوائے ڈوب کے آبادی میں ایک واضح اور زیادتی کے رجحان کو ظاہر کی۔ یہیں لکھ یہ گوشہ مددہ تصویر کشی کرتا ہے:

آبادی		بیشی		السان فی مربح میل		بیشی		علاقہ	
۱۹۰۱	۶۱۹۵۱	۱۹۰۱	۶۱۹۵۱	۱۹۰۱	۶۱۹۵۱	۱۹۰۱	۶۱۹۵۱	۱۹۰۱	خاران
۲ +	۳			۱۱۷ + ۵۴۲	۳۳۳	۱۱۷ + ۵۴۲	۳۳۳	۱۹۰۱	مکان
۳ +	۴			۹۷۵ + ۱۳۸	۱۹۵	۹۷۵ + ۱۳۸	۱۹۵	۱۹۰۱	مس بیلہ
۲ +	۱۱			۷۵۸ + ۷۵۹	۱۰۹	۷۵۸ + ۷۵۹	۱۰۹	۱۹۰۱	مری
۲ +	۱۰			۳۲۲ + ۳۲۳	۳۹۱	۳۲۲ + ۳۲۳	۳۹۱	۱۹۰۱	بیلی
۲ +	۷			۲۶۰ + ۲۶۱	۵۲۸	۲۶۰ + ۲۶۱	۵۲۸	۱۹۰۱	چانہ
۱ +	۲			۳۶۷ + ۳۶۸	۴۸۹	۳۶۷ + ۳۶۸	۴۸۹	۱۹۰۱	لور الائٹ
۵ +	۱۳			۴۷۶ + ۴۷۷	۸۴۷	۴۷۶ + ۴۷۷	۸۴۷	۱۹۰۱	سبتی
۱۵ +	۳۳			۱۳۸ + ۱۳۹	۲۶۸۲۹	۱۳۸ + ۱۳۹	۲۶۸۲۹	۱۹۰۱	کوسٹ پیشن
۲۳ +	۴۰			۲۱۲ + ۲۱۳	۸۸۵	۲۱۲ + ۲۱۳	۸۸۵	۱۹۰۱	ڈوب
		۱ -	۴	۴۶ - ۴۵	۱۸	۴۶ - ۴۵	۱۸		

قلات کی آبادی میں اس تخفیف کے اسباب کا مکروج زیادہ مشکل نہیں۔ اس کی زیادہ تر ذمہ داری اس علاقہ کے معانی نظمی پر ہے۔ اور اسی میں سردار براہ راست شمولیت اختیار کرتے ہیں۔ خاران کی آبادی میں سب سے زیادہ بیشی ہوتی۔ اور یہ بات نہایت اہم ہے کہ اس ضلع کا صرف ایک سردار ہے اور وہی وہاں کا سردار رہتا۔ براہویوں کی

۱۔ اپریل گزٹیراف انڈیا ص ۳۴۱، برائے اعداد و شمار ۱۹۰۱ء۔ اور مردم شماری کا میٹن
ص ۳ پر ائمہ اعداد و شمار ۱۹۰۵ء

تعداد میں کمی اس امر کا نتیجہ نہیں کہ انھیں اکتوبر کے مہینہ میں سندھ کی طرف عارضی اور فصلی نقل مکانی کرنی پڑتی تاکہ وہ چاول، بجوار، لگنڈم اور بجو کی کٹائی میں حصہ لے سکیں۔ اور بجن میں والپ آگرہ اپنے مادر وطن میں جو لالائی اور اگست میں آرام کر سکیں جس کے وہ سخت محنت کے بعد خقدار بنے تھے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ یہ نقل وطن کرنے والے بلوچستان سے درسے قیام پذیر ہو جاتے تھے۔ لیکن اس نقل مکانی کا توازن سابقہ صوبہ جات متحده (بھارت)، سندھ، پنجاب اور سرحدی علاقوں کے فراہاد کاروں سے یکساں رہتا۔ پھر یہ نقل مکانی علاقہ قلات سے ہی مختص نہیں یہ سارے سرحدی علاقوں میں عام ہے۔ براہوئی جو اپنا سر زمین سے انتہائی متعلق ہے، اُن کے لیے قبلی مسکن کو خیر باد کہنا معمولی بات نہیں جب تک نسل بعد نسل مدلل معافی نہیں کی جائی اور اخلطاطر و نہاد ہو جائے۔ حکومت کی جانب سے حالیہ ترقی کی یکیوں پر عمل درآمدان کی آبادی میں تخفیف کو روکنے میں خاصی معاون ثابت ہوں گی۔ لیکن صرف حکومت ہی اس پھیلیدہ مسئلہ کی گرد کشافی نہیں کر سکتی۔ آج کے براہوئی سب سے بالآخر خوف سے آزادی، عُشرت سے آزادی، اپنی محنت کا پھل چکنے کی آزادی اور طبقی کار کی آزادی چاہتے ہیں۔ یہ امید کی جاتی ہے کہ نئے حالات کے پیش نظر وہ تیزی سے ترقی کریں گے اور زیادہ روشن بن جائیں گے پیشتر اس کے کہ میں براہویوں کے اس غصہ تذکرہ کو ختم کروں، میں ایک بے باک سوال حل کرنے کی کوشش کروں گا۔ براہویوں کی امکانی وقتیں کیا ہیں؟ جو ان کو حالیہ ارتقا کی روشنی سے بہرہ ور ہونے کے قابل بنا کتی ہیں۔ براہوئی عام طور پر سادہ، ایماندار، بے لگ، قدامت پسند، اپنے دنور سے اثر پذیر اور اپنے سرداروں کے مطیع ہیں۔ وہ کیوں مطیع اور مصالب کو بھیجنے کی ایک طویل تاریخ کے باوجود ہیر و پرستی کی جانب راغب رہے؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ وہ کیوں آکر اور چھپ سوانگ کی حیثیت اختیار کیے رکھے؟ اور انہوں نے اپنی ساری

تاریخ کی دوڑ میں کبھی اس عائد شدہ ترتیب کو بدلتے کی کوشش نہ کی؟ تاریخ قلات دوڑی مسلم حکومتوں کی طرح بغاوتوں سے پڑ رہے۔ لیکن ایک بھی بغاوت کا سرچشمہ قبائلی نہ تھے۔ اگرچہ وہ ان بغاوتوں کی پشت پناہ ضرور رہے۔ یہ سادہ لوحی کیوں؟ یہ میرود پرستی کیوں؟ آخر کار کیوں ایسا وقوع پذیر ہوا؟

انگریز اس غیر متغیر فرمابرداری کے اسباب سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے۔ وہ سرداروں کو قابو کر کے اپنی بجارتہ حکمت عملی کی اعتمانت کی خاطر پوتے کار لاتے۔ یہ اسی ناعاقبت انڈیش لقین کے برٹے اثرات تھے کہ انگریز اپنی گرفت کو مسلکم کر سکے۔ اور پہلوانوں کے قبائلی علاقوں کے مقابلے میں سابقہ بلوچستان میں کمیں تیز تر پیش قدمی کر سکے۔ پہلوانوں کے قبائلی علاقہ میں ان کی رفتار بہت کم ہی نہیں بلکہ قریباً ناقابل آہست تھی۔ یکیونکہ ان کے ہال قبیلوں اور سرداروں کے ماہین تعلقات میں قومی رنگ غالب تھا یہی سند ہمیں کے نظام کا راز تھا۔ اس کے برعکس اس علاقے کے موجودہ ادعائی تاریخ دان شاید اس پتھر میں نتیجی شدہ فرمابرداری کو سرداروں کی حقیقی شاہی خلعتوں کے لیے ایک مزید تختہ قرار دیں۔ لیکن ایک غیر مقصوب اور لھنڈے ول دمانع سے غور کرنے والے تاریخ کے طالب علم کے لیے نہ یہ سوال مزید طاقت میں رکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی اسے مقصوفاً نہ جذبات کے لبادے اور حصائے جاسکتے ہیں۔ یہ برا ہوئی دمانع کا میلان نہایت اختصار کے ساتھ برا ہوئی زندگی کے سارے نظام کو پیش کر دیتا ہے۔

انسانی ارتقا کا اختصار اس حد تک ہے کہ انسان خدا کو فتح کرنے اور اس سے فائدہ المحسنه کے قابل ہو سکے ہیں۔ لیکن حالیہ انکھی ترقی اور موجودہ پورپ کی سب سے

۱۔ اپریل گزٹ میٹر اف انڈیا جلد پھر آکھوڑ ۱۹۰۸ء، ص ۲۹۰، اور فریز ریٹائرڈ افغانستان آکھوڑ

پیش اقوام کی زیادہ تکمیل یا فتنہ سائنسی کار بیگری کے باوجود فضائی حد تک انسانی گرفت سے گزیزان ہے۔ اگر ہم تھوڑی سی دیر کے لیے اپنے ماحول (فضا) کے ساتھ سالیہ آدیزش سے آنکھیں بند کر لیں، اور قدیم ماضی کا تصور کریں تو ہم ماحول کو مکمل طور پر طاقتور، مکمل طور پر سر ایت کن اور انتہائی حد تک غالب پائیں گے۔ انسان اس کے مختلف پہلوؤں کے سامنے قریباً صفر کے برابر ذرہ کی انداز تھا۔ اس کی سی محض آہ و غماں پر بینی تھی اور اس کے اذار بے سودا اور بے ڈھنگے تھے۔ ہر لمحہ وہ گھنے جنگلوں، تیز دھار دریا اور ملہوں اور کریبہ المنظر پہاڑوں، لامحدود صحراؤں وغیرہ سے مغلوب تھا۔ وہ علم اور منابع کے لحاظ سے محدود تھا۔ وہ دہشت زدہ اور بے حد رعب سے متاثر ہو چکا تھا۔ اس کے خوف زدہ دماغی وہم نے ان تمام حکم پسند مظاہرات فطرت کو معبد بھجو لیا۔ وہ ماحول کے سامنے ناصیہ فرسائی کرنے لگا۔ اور اس نے مبعدوں کو خوش کرنے کے لیے مضطربانہ کوششیں کیں، اور ان ناگزیر دیوتاؤں کے غصہ کو فرو کرنے کے لیے انسانی قربانیوں سے بھی دریخ نہ کیا۔ چند سو سال گزرنے کے بعد انسان زیادہ ترقی پذیر ہو گیا۔ اس کے اوڑاؤں میں تیدی ہوئی روتا ہوئی۔ اب وہ جنگلوں کو کاٹ کر ایندھن کے طور پر جلانے لگا۔ اور گھیتوں میں کاشت کاری کرنے لگا۔ اس نے تاجرانہ کارو بار کے لیے دریاؤں میں کشتیاں کھینی اور نہروں کو کھودنا شروع کیا۔ وہ اپنے روپوں کو پہاڑوں پر پڑوا نے اور صحراؤں میں تختان ڈھونڈنے لگا۔ لیکن خوف زدہ دماغی وہم جو عریض و بیسط کائنات نے اس میں نفوذ کر دیا تھا، ابھی اس کا احاطہ کیے ہوئے تھا۔ اگرچہ اس نے اسے زیادہ سے زیادہ انسانی دیوتاؤں، ہوس پرست جنگی سرداروں، بڑھتی ہوئی آبادی کی مصنوعات اور معاندانہ مفاد کے سامنے بھکھا دیا۔

دوبارہ اس بجادو کے دریچہ پر اپنی آنکھیں بند کیجیے۔ اور موجودہ دور کے کسی ملک میں آئنے کی بجائے برا ہوئی سر زمین میں وارد ہو جائیں جہاں پہاڑ اور صحراءں پر قبضہ جائے۔

کے لیے مقابلہ کرتے ہیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ فطرت، ماحول، اور جنگی سردار یعنیشہ کی طرح غالب ہیں۔ بہاں وقت کی رفتار دہم ہے۔ پھاڑ اور صحراء جوں کے توں ڈراوُنے اور نیب ہیں، اور اسی طرح یہاں کے آقائیشی سردار اسی خوف زدہ دماغی دہم کے قدیم سیاق و سبق میں ایک عام برائیوئی جو علم اور ذرا لمحے کے انتشار سے محدود ہے یعنی ان صحراؤں، پھاڑوں اور سرداروں میں ایک ایسی چیز یا تاہے ہے جو ما فوق البشر اور ما فوق الفطرت ہوتی ہے تو وہ ان کے سامنے احترام کے طور پر نہیں بلکہ خوف کے باعث بھٹک جاتا ہے۔

یہ شاعرانہ من کی موج نہیں۔ یہ بجز افیہ کا ناقابل انکار تقادم ہے۔ قلات ایرانی سطح مرتفع کی مشرقی ڈھال ہے جو پردیسر رسیل اور کنفن کے جیاں کے مطابق "افریقہ" کے بھیرہ روم کے مغربی ساحل سے کرھارا اور مشرق میں سلسہ سلیمان کی خشک تہذیبی دنیا تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اس خشک دنیا میں فطرت زندگی کی ضرورت مہیا کرنے میں بخیل واقع ہوئی ہے۔ یہاں کا طبعی ماحول انسانی صبر و تحمل کی قتوں کا شدید امتحان لیتا ہے۔ یہاں کے وسائل کا غیر اہر ان استعمال بعض اوقات موت پر منتج ہوتا ہے۔ اگر یہاں فطرت سنگ دل واقع ہوئی ہے تو انسان اس سے بھی زیادہ جابر اور مطلق العنان ہیں۔ شدید خواہشات، حرص و طمع اور جذبہ انتقام عموماً اس کے محکمات ہیں۔ اس خشک دنیا کا معتمدة حصہ "بلدان خوف" ہے۔ یہ اصطلاح *Saharan* "خوفناک ملک" کے لیے استعمال کرتے ہیں^۱۔ وہ مزید بیان کرتے ہیں کہ "اگر یہاں کے طویل تسلط اور پاکستان کے سیاسی حلقہ کے طور پر بلوچستان دنیا کا محفوظ خشک خطہ ہے۔ یہاں آبادی کی قلت اور باشندوں

۱۔ رسیل اور کنفن۔ لیکچر دلہر۔ نیو یارک ۱۹۵۳ء، ص ۲۵۱۔ "خشک دنیا" کے ستائیں اصل عنوان "طبیعی پس منظر" کا ابتدائی پر اگراف۔

کی کم تعداد اس کے ویسیع صحراؤں کا پتہ دیتی ہے۔”^۱

پروفیسر ایچ۔ ایل کاجی یوں صحراؤں اور پہاڑوں کے باعث پیدا شدہ ذہنی خصائص بیان کرتے ہیں^۲ ”صحراؤں میں زندگی کی صورتیں مشکل ہیں۔ لوگوں کو مستقل طور پر ایک نگہستان سے دوسرا نگہستان کی طرف رواں رہنا پڑتا ہے۔ اور اس طرح وہ قدرتی طور پر خانہ بدوش اور ادھر اور گشت لگانے والے بن جاتے ہیں۔ سخت زندگی ان کو جفا کش اور صحراء کے خطرات ان کو جری اور خطر پسند بنادیتے ہیں۔ اور ساختہ ہی ساختہ وہ بے تکلف اور چند ہی خیالات کے مالک بن جاتے ہیں آزادانہ بدوی زندگی حسود مختاری اور صاف گوئی کے شعور میں جان ڈال دیتی ہے بدیں وجہ یہ لوگ نظم و ضبط کے زیادہ ذمہ وار نہیں ہوتے۔ یہ کتن مقصد و نہیں کہ وہ تعادون نہیں کرتے وہ ادھر ادھر گروہوں میں رواں دوال رہتے ہیں۔ اور یہ ایک گروہ کا تعاون قبائلی و فادری اور نمک حلماں کے جذبہ کی تخلیق کی صلاحیت رکھتا ہے۔“ وہ مزید بیان کرتا ہے کہ^۳ ”ایک سخت زندگی، وادیوں میں تہائی اور میل جول کی مشکلات، کوہستانی کیفیات کے مخصوص خط و خالی ہیں۔ اسی لیے ان خلوں کے لوگ قوی ہیں کھل، بہادر اور آزادی پسند ہیں۔ لیکن اکثر بہت سادہ، پسماںہ، غیر ترقی یافتہ، سُست اور بے سحس ہیں۔ وہ بنیادی طور پر قدامت پسند ہیں۔ ان کا ماحول ان کو تبدیلی کی ترغیب

۱۔ ایضاً۔ ایضاً، ص ۱۱۔ ”خشک دنیا“ کے بتیسویں اصل عنوان ”جنوب مغربی سطح“ نے ”مرتفع“ کے لحق موصوع ”بلوچستان“ سے لیا گی۔

۲۔ ”عمومی جغرافیہ کے اصول“ (Principles of General Geography) اسکندر ۱۹۷۸ء، ص ۱۹۹، ۲۰۰

۳۔ ایضاً، ص ۲۰۰ تا ۲۰۲

نہیں دیتا۔ اور پیر و فی اثرات اُن سے درے رہتے ہیں۔ . . . یوں سلسلہ ہائے کوہستا نی علاحدگی اور الگ تخلگ ہونے کے باعث اکثر قدیم رسوم اور رہایات کو محفوظ رکھتے ہیں۔ . . . کوہستا نی لوگوں میں محراجی لوگوں کی مثل تاخت و تاراج ایک نیکی کی صورت اختیار کر لیتی ہے جو ماحول کی واضح جواب دہی ہے اور جو آخر کار متاثرہ لوگوں کے اخلاقی صابطہ کی آئینہ دار ہے۔ . . . پابند ماحول خصوصیت کے ساتھ گروہ اور قبائل کی تشكیل اور اگر مرکزی شخصیت کمزور ہو جائے تو محدود پیمانہ پر جاگیر انہ اور جہوری طرز حکومت کے قیام کو عمل میں لاتا ہے۔ . . . سلسلہ ہائے کوہستا نی میں ہم اکثر جاگیر ان گروہ کے قوی اور طاقتور سرداروں اور آقاوں سے دوچار ہوتے ہیں۔ کوہستا نی اپنے آبائی سردار کا وفادار ہے اور مدت سے قائم شدہ صابطہ سے پورت ہے۔ اور اسی وجہ سے جاگیرانہ نظام اس کی جلی قدامت پسندی کو مرغوب آتا ہے۔ . . . جس سے ناپسند مرکزی نظام کی حامی شخصیت کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ رجگہ کوہستا نیوں کی ایک امتیازی خوبی ہے۔

طبعی ماحول کے بارے میں اس وقت موجود تام مستند مأخذ کے مذکورہ بیانات سے توثیق کی جاسکتی ہے۔ اس سے ہ واضح ہو جانتے کہ بر اہویوں میں اپنے سرداروں کی اندھا و صندھ اطاعت کے متعلق ہماری تفضیلات سے کوئی بھی اختلاف نہیں کرتا۔

طبعی ماحول سے پیدا شدہ قدامت پسندی اور حرف کے ذہنی الجھاؤ سے بر اہویوں کی چراگاہوں میں بادیہ پیامی اور غانہ بد و شی کا گمرا تعلق ہے۔ یہاں رسول اور کشفن کا ایک اور اقتباس پیش کیا جاتا ہے: "اس مخصوص خشک دنیا کے باشدے ایکھر دلہ، ص ۶۶۴۔ "خشک دنیا" کے اٹھائیسویں اصل عنوان "باشدگان خشک دنیا" کے تحقیقی موضوع "اقتصادیات" سے پیا گیا۔

چرا کاموں کے با دیہ پیا ہیں۔ یہاں چند مفید مطلب مقامات کے سوا کمین زراعت نہیں کی جاسکتی۔۔۔۔۔ اس خشک دنیا کے معاشرے میں زمینڈار طبقہ الگ تھدگ رہتا ہے جو اراضی وہ کاشت کرتے ہیں وہ بالعموم دوسروں کی ملکیت ہوتی ہے اور اس کی پیداوار میں سے صرف پانچواں حصہ اُسے ملتا ہے۔^(۱)

یہ دبی خانہ بدوش جو "گداز" یا پشینہ کے خیموں میں رہتے ہیں اور کم از کم ممکن صردویات پر بسرا اوقات کرتے ہیں وہ اپنا اکثر وقت ایک جگہ سے دوسرا ہی جگہ اپنے لگائے چڑتے پھرتے ہیں جو ان کی دولت ہے۔ قدرتی طور پر ان کے پاس وقت کم ہوتا ہے کہ وہ یہ سوچیں کہ کیسے اپنے سرداروں کے ساتھ تعلقات کو نئی صورت بخشی ہے۔ اور اگر وہ ایس کریں تو وہ فرائض کو بجا نہیں میں بد قسم ثابت ہوں۔ نہایت دشوار طریقہ جس سے وہ اپنی روزی کماتے ہیں اُن کے پاس فالتو وقت کم ہی رہتے دیتا ہے۔ جس میں وہ شہرت بالخصوص سیاست اور انتظامی امور کی ذمہ داریوں سے عمدہ برآ ہو سکیں۔ پہاڑ اور سڑا صحت منڈ تعلقات کی راہ میں حائل ہوتے ہیں اور ان کو زیادہ سے زیادہ بے مومن و غنم خوار اور الغزادیت پسند بنا دیتے ہیں۔ یہی دبی میشست سرداروں کا مگنا کارٹا (Magna Carta) ہے۔

مواصلات کے ذرائع کا فقدان فرمانبرداری کا ایک اور سبب ہے۔ پیر و فی رکم راہ عملی طور پر ناممکن ہے۔ اس لیے زیادہ آزادی و خود محترمی اور جمہوری حکومتوں کے لیے دُور کی تحریکیں یا توان دُور اقتا وہ مقامات پر اشاند از نہیں ہوتیں یا مون سون ہوا اول کی طرح اپنی طاقت کھو دیتی ہیں جو بیکال سے مغرب کی طرف چلتی ہوئی مغربی پاکستان کے سرحدی حصوں میں خشک ہو جاتی ہیں۔

۱۔ ایضاً، ص ۲۴۶

یکسین یہ غالب آئنے والا ماحول ہمیں مایوس نہیں ہونے دیتا۔ اسے حضور موصیات کے اصلاح یا فتحہ ذراائع کے ذریعہ فتح کیا جاسکتا ہے اور اس کے دورافتادہ حصوں کو بندوں اور پشتونوں کی تعمیر، نژادوں کے اجرا، تعلیم کے پھیلاؤ، علاج کی ہمولتوں کی بھی سانی پھارڈوں کی کھدائی اور اس کے خزانوں سے استفادہ اور بیرونی تعلقات کی حوصلہ افزائی سے مایا جاسکتا ہے۔ جو نبی یہ کام سر انجام پائیں گے جیسا کہ اب کوشش جاری ہے یہ کوہ و صحراء پسنه اسرار کو بیھیں گے۔ ان کا "ستور" جدت اور جمورویت اختیار کرے گا۔ یہاں کی گھر بانی کی میڈیٹسٹ ترقی پائے گی۔ ان کی محض اطاعت گزاری رو بہ الخطا طہ موجائے گی۔ اور برآ ہویوں کی دُنیا میں ایک تغیر رونما ہو جائے گا۔ یہ ان کی بود دباث کیلئے بہتر اور خوش حال جگہ بن جائے گی۔ اگر پاکستان کو اپنا مقرر کر دے نسب العین بروئے کار لانا ہے تو اسے لازماً ان چیزوں کے طبعی ماحول میں تغیر اور تبدیلی پیدا کرنا ہو گی۔

جب یہاں طبعی ماحول کا بوجھہ الٹھ جائے گا تو ہم دیکھیں گے کہ برآ ہوئی عامانشانی سطح پر آجائیں گے۔ یہ اپنی جسمانی ساخت میں نہ دیو پیکر ہیں گے اور نہ پست قامت۔ نہ متشدد درہیں گے نہ بے دین۔ نہ کبھی بناوت پسند ہوں گے اور نہ غلامانہ ذہنیت کے حامل۔ یہ مشاہیت (عومنیت)، انھیں ایک متوازن اور معتدل نقطہ نظر، تصور حیات، عطا کرے گی جس کو برآ ہویت کے چار اساسی خصالوں کی بنیاد پر چار حصوں میں منقسم اور بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ ان میں پہلی چیز مناسب حالات کے رنگ میں رنگے جانے کی لوح اور پنکہ ہے۔ برآ ہوئی اپنے معاشرتی نظام میں کبھی کڑا درخت گیر نہیں رہتے ہیں۔ انھوں نے ہمیشہ نواروں کیلئے اپنے دروازے دار کھے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ نئے اثرات کی دسترس سے باہر نہیں۔ دوسری خصوصیت کا تعلق ان کی اندرونی وحدت اور تعداد کی بندشوں اور بندھوں سے ہے۔ ان کا مشترک نسب اور

نسل ان کے نصب العین (آسید یا الموجی) سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ وہ حقیقت ان کی مخداد اور اکٹھے رہنے کی خواہیں اور اپنے مستقبل کی تغیری کا عزم ان کے دیگر تمام بندیات پر غالب آجاتا ہے۔ چنانچہ ان میں نہ کوئی نسلی تفاخر کا جزو ہے اور نہ مذہبی تعصبات۔ تیسرا عنصر ان کی علاقاً یہت ہے۔ وہ بلا استثنہ اپنے ملاؤں سے تعلق خاطر (دلی لگاؤ) رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے نصب العین میں علاقاً یہت نسل اور مذہب کی قائم مقام ہے۔ چارم ان کی عینیت پسندی ہے۔ ان کو عینی اور مشائی وجود کا احساس ہے۔ اگر ان کی آزادانہ نشوونما سے فطرت یادستور یا دیگر نوع کی قیود کا بارہٹھ جائے تو وہ باک باطن لوگوں کی طرح کائنات کے ہم دوش اور ہم راز ہوں گے۔

ان عنصر اربجہ میں سے پہلا اور دوسرا عنصر یقیناً جموروی ہے۔ یہ دونوں پہلو کم اپاہیوں کے جموروی ارتقا میں کافی حد تک مدد و معاون ہوں گے۔ پوچھا عنصر ان کی ویسح انسانیت پسندی کو انجاگر کرتا ہے۔ لیکن سب سے بڑھ کر ان کی خصوصیات کا شدید ترین اور اعلیٰ ترین عنصر تیسرا ہے۔ ان کی علاقاً یہت پسندی ان کے وجود کا محدود ہے۔ یہ علاقاً یہت بر اپاہیوں کے لیے قوت اور ضعف کا وسیلہ بنی رہی ہے لیکن اگر اسے موجودہ شکل میں قائم رہنے دیا گیا تو یہ نازیبا عوامل کا بیش خیسہ ہو سکتی ہے۔ اس طرح یہ قوم ان حقیقی مسائل سے خارج از بحث ہو جائے گی جو آج تک مل انہیں در پیش ہیں۔ میرا مرد عایہ ہے کہ بر اپاہیوں کی علاقاً یہت پسندی جس کا انہمار بر اپاہی تاریخ سے ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ اسے سمجھا جاتا ہے بہت پاریہ ہو چکی ہے۔ اب اس کے اجزائی صفاتی اور شستگی کی ضرورت ہے اور ایسا ہونا ارتقا پذیری کا لازم ہے۔ مثال کے طور پر اس علاقیت پسندی کو اپنے علاقے میں موجود قدرتی خزانوں کے سراغ لگانے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی طرف راغب اور مصروف نہ چاہے۔ اور ان ذخائر کی توسعہ اور اضافے کے لیے سارے پاکستان سے رشتہ جوڑنا ہو گا۔ مزید باؤں اس علاقے میں

چاگیردار اپنے معاشرتی خانکے کو جمہوری نظام میں تبدیل کیا جاسکتا ہے جس میں تمام برائیوں ایک فیصلہ کن عنصر کی حیثیت سے شامل ہوں اور وہ محض لکڑی کاٹنے اور پانی نکالنے والے ادنے کا رندے ہی نہ رہیں۔ اس سے بھی زیادہ ضروری یہ بات ہے کہ اس علاقائی احساس کو محض بھالا دان اور سارا اوان تک محدود رکھنے کی بجائے پاکستان کی محبت میں تبدیل کیا جائے۔ اس میں اس قدر تو سیع کی جائے کہ پہ تمام پاکستان کا احاطہ کرے۔ یہاں میں برائیوں کی طرف سے نہلک قربانیوں کا مشورہ نہیں دے رہا ہوں۔ ان کی زبان اور نقافت کی توقیر اور ان کو قائم رکھنا ضروری ہے، لیکن اس میں تغیر اشدا لازمی ہے۔ اور تبدیلی فلاج و بیبود کے لیے ہو گئی جس کا مطلب اپنے علاقے کی موروثی فرماں برداری اور اس کے نتیجے کے طور پر ذمہ داریوں کی تو سیع کے سوا کچھ نہ ہے۔ ان کی اپنے علاقوں کی کامل اطاعت اور تحفظ کو قلات کے تنگ دائرے سے نکل کر پاکستان کے وسیع اور فراخ دائرے کی طرف منتقل ہونا چاہیے جس کا کہ یہ اہم جزو ہے۔ یہ نئی ترتیب و تطبیق قابل حصول ہے۔ یہ بات برائیوں کی فطری اہمیت سے بے جوڑ اور بے میل نہیں ہے۔ اس سے دوسرے تین عناصر — لوچ اور لپک، سیاست اور عینیت کو ہمارا تقویت پہنچنے کی دہائی یہ خود اس سے قوت حاصل کرے گی۔ یہ چاروں عنصر مل کر نزقی کے افتخار و عظمت میں ان کے مساوی حصے کو محفوظ و مامون کر دیں گے۔
